

اثبات عقیدہ میں اہل السنۃ والجماعت کی منہج کا تحقیقی جائزہ

محمد شاہ

محمد نعیم جان

ABSTRACT

The sect of Ahl e Sunnah is the one which the Companions of the Holy PROPHET (SAWW) learnt from him (SAWW). In regard with the consistency of sects this should be our laid sole essence, by being influenced with the course of time there has been laid a carbon of queer ideologies and thoughts upon us. These useless things ought to be avoided altogether. Islam is comprehensively prone towards watering the faith and unleashing other realities towards its followers. The problems and complications which are faced by the man of present time, for the solution of them the epic center for him should be the implementation of Islamic sections. In the Religion of Islam the sects and faiths, morals and ethics are not based upon the necessities and thinking but they are based upon the permanent foundations of Religion itself. In deeds and ethics there are certain paths of exception but faith has none. As to believe in the Oneness of ALLAH ALMIGHTY is essential so is essential to believe in the Finality of Prophet hood of Hazrat Muhammad SAWW, this is a must for the salvation in the life hereafter. The Book of Allah Almighty is to be believed in and the Sunnah of the Prophet (SAWW) is to be followed. Some Religious scholars have difference of opinion upon Ijma. It is quit vivid that to admit one as true on one point is lack of comprehension. At some points the sayings of Quran e Pak and Sunnah are brief while at some other points there are very detailed sayings. The main purpose of it is based upon the benefit of mankind in this world and salvation in the world hereafter. In the above mentioned topic I presented factual thesis of in the affirmation of faith the analytical review of the path of Ahl e Sunnah.

Keywords: affirmation, faith, sect, ethics, implementation, salvation, opinion, Companions,

تمہید:

دور نبوی اور دور خلافت راشدہ میں جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرتے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اکابر صحابہ سے پوچھ گچھ ہوتی وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ کو سلجھاتے، رفتہ رفتہ نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسلام آفاق میں پھیلنے لگا، اس میں فلسفہ زدہ لوگ بھی تھے جو ہر بات کے پیچھے فلسفہ کے وجود

ضروری سمجھتے تھے جس کے بغیر وہ کسی بات کو حق تسلیم نہیں کرتے تھے، اس دور میں ایسے مسلمان مفکرین اور مجددین کی ضرورت تھی جو ان فلسفیوں کی تشفی کر سکے اور عقائد کے باب میں دین اسلام کی حقانیت واضح اور ثابت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر یہ فضل بھی کیا کہ اہل سنت والجماعت میں ایسے مختلف نوع کے زیرک انسان پیدا کیے جنہوں نے فلاسفہ کو اسلام کا فلسفہ اور کلام سے باخبر کیا۔ انہوں نے ان کے فلسفوں کو قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے رد کیا۔

اہل سنت والجماعت کی لغوی واصطلاحی تحقیق:

اہل سنت والجماعت تین لفظوں سے مرکب ہے۔ اہل کے معنی: اشخاص، اتباع اور پیروکار کے ہیں۔ سنت عربی زبان میں راستہ کو کہتے ہیں اور مجازاً اصول مقررہ، دستور، قانون، عادت، روش زندگی اور طرز عمل کے معنوں میں بھی آتا ہے¹۔ ابن سیدہ لکھتے ہیں: ”والسنۃ: السیرۃ حسنة كانت اوقبیحة“،²

”یہ اصول و قوانین اچھے ہوں یا برے ہوں۔“

علامہ ازہری لکھتے ہیں کہ:

”السنۃ الطریقة المستقیمة المحمودۃ و لذلك قبل فلان اهل السنۃ“،³

”سنت سے مراد صرف سیدھا اور بہترین راستہ ہے۔ اسی وجہ سے تو کہتے ہیں کہ فلانا اہل سنت میں سے ہے۔“

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ:

”معناه من اهل الطریقة المستقیمة المحمودۃ“،⁴

”اس کا مطلب یہ ہے کہ سیدھے اور پسندیدہ راہ والوں میں سے ہے۔“

ابن اثیر الجزیری محدث کہتے ہیں کہ: ”واذا اطلقت فی الشرع، فانما یراد بها: ما امر النبی اونہی عنه و ندب الیہ قولاً و فعلاً مما لم یبتغ بہ الكتاب العزیز۔“⁵

”شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ قول و عمل ہے جس کا آپ نے حکم دیا ہو یا اس سے منع کیا ہو جس سے کتاب اللہ خاموش ہو۔“

اسی سنت میں ”خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم“ کی سنت بھی داخل ہے: رسول اللہ نے فرمایا:

”فانہ من یشع منکم فسیری اختلافا کثیرا، فعلیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین المہدیین، تمسکوا بہا، و غضوا علیہا بالنواجذ، و ایاکم و محدثات الامور، فان کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ۔“⁶

”تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا، وہ بہت ہی اختلاف دیکھے گا، اس لیے تمہارے لیے ضروری ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں اور کچلیوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو اور تم دین کے معاملہ میں نئی چیزوں سے بچتے رہو، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ: ”ومن اهل السنة والجماعة قديم معروف قبل ان يخلق الله ابا حنيفة ومالك والشافعي احمد فانه مذهب الصحابة الذي تلقوه عن نبيهم...“⁷

”اہل سنت والجماعت کا مذہب قدیم و معروف ہے۔ جو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی پیدائش سے پہلے موجود تھا، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب و مسلک، جسے انہوں نے نبی کریم سے حاصل کیا تھا۔“

علامہ یوسف القرضاوی کی رائے:

علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ ہمارے خیال میں اسلامی عقائد کے مطالعہ میں درج ذیل باتوں کا لحاظ کیا جانا ضروری ہے:

۱۔ عقائد کے اثبات کے سلسلے میں ہمارا مرجع و ماخذ تنہا قرآن و سنت ہونا چاہیے۔ مختلف ادوار میں اپنے زمانہ سے متاثر ہو کر اس کے اوپر جن اجنبی افکار و نظریات کی چھاپ پڑ گئی ہے اور جو لاماطا کچیزیں اس کے ساتھ شامل ہو گئیں ہیں اسے ہاتھ لگانے سے یکسر اجتناب کیا جائے۔ اسی صورت میں اسلامی عقائد اپنی اصل روشنی کے ساتھ ہمارے سامنے آسکیں گے اور کسی ایسے بیچ کے بغیر اور بالکل بے غبار انداز میں وہ لوگوں سے اپنی صداقت کا لوہا منوالیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ ہم کسی متعین کلامی مسلک کو اپنا اصل الاصول قرار دے لیں اور پھر قرآن و سنت کے نصوص کو اس کے پیچھے گھسیٹتے رہیں۔

۲۔ ہمیں قرآن کی پیروی کرتے ہوئے انسان کے ذہن و دماغ کی طرح اُس کے قلب اور وجدان کو بھی اپنا مخاطب بنانا چاہیے۔ اسی صورت میں صحیح اور حقیقی ایمان لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو سکے گا۔ عقائد کی عمارت کو صرف عقل کی اساس پر استوار کرنا جیسا کہ فلاسفہ کا طریقہ ہے یا اس کی بنیاد محض انسان کے قلب پر رکھنا جیسا کہ صوفیاء کا انداز ہے۔ یہ دونوں ہی چیزیں صحیح اسلامی طرز و انداز کی نمائندگی نہیں کرتیں۔ اسلام لوگوں کے دلوں میں ایمان کی آبیاری کرنے اور ان کے اندر دیگر حقائق کو جاگزیں کرنے کے سلسلے میں ہمہ جہتی انداز اختیار کرنے کا قائل ہے۔ وہ انسان کی عقل کو بھی مطمئن کرتا ہے اور اس کے قلب کو بھی ایک خاص کیفیت سے سرشار کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ صرف ذہنی طور پر کسی چیز کو چار و ناچار تسلیم کر لینے پر اکتفا نہیں کرتا جیسا کہ فلسفہ و منطق کی دنیا میں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ انسان کے دل میں ایک طرح کی تڑپ پیدا کر کے اسے صدق و اخلاص کا پیکر اور اپنے مقصد کی راہ میں پہاڑ کی طرح جمنے والا بنا دیتا ہے۔ انسان فلسفیانہ تشکیک سے بلند ہو جاتا ہے ہے اور اس کے اندر مجاہد کی روح بیدار ہو جاتی ہے۔

۳۔ اس مہم کو سر کرنے کے لیے انہی دلائل سے کام لیا جائے جن کا ذکر قرآن کرتا ہے۔ جس طرح اس نے اپنے پیش کردہ عقائد کو لوگوں سے منوایا اور اپنے مخاطب کو پوری طرح مطمئن کیا۔ مخالفین کی اس نے ایک نہ چلنے دی اور ان کی طرف سے شکوک و شبہات اور جن بے بنیاد اتہامات کی بوچھاڑ کی گئی ان سب کو اس نے بالکل بے وزن اور بے اثر ثابت کر دکھایا۔ ہمیں بھی قرآن کی دکھائی ہوئی اسی راہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ قرآن کے اس طرز استدلال کو لوگ قدیم سے لے کر آج تک نمایاں کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سلسلے میں جو دلائل دیئے ہیں بہت سے لوگوں نے بالکل بے آمیز طریقے پر قرآن کے طرز استدلال کی پیروی کرتے ہوئے وجود باری کے مسئلے کو حل کیا ہے۔ قدماء میں علامہ ابن رشد^۸ کی ”مناہج الادلۃ“، اور حال کے لوگوں میں محمود عقاد^۹ کی ”اللہ“، اور ندیم الجسر^{۱۰} کی ”قصۃ الایمان“، وغیرہ اسی سلسلے کی کامیاب کوششیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، قیامت اور نبی کی نوبت کے اثبات وغیرہ کے سلسلے میں بھی اسی انداز سے قرآن کے پیش کردہ دلائل اور اس کے طرز استدلال کو نمایاں کر کے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کے پیش کردہ یہ تمام دلائل عقلی اور برہانی ہیں اور اپنے اندر حق و صداقت کا لازوال خزانہ رکھتے ہیں۔ انہیں خطابی یا قناعی کہنا جیسا کہ بہت سے متکلمین کا خیال ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کے ساتھ کسی بے انصافی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ موجودہ دور کا انسان جن مسائل اور جن فکری الجھنوں سے دوچار ہے۔ مسلمان متکلم کی اصل توجہ ان کے ازالہ کی طرف ہونی چاہیے۔ اس کی دلچسپی کا اصل محور براہ راست اسلامی عقائد کی اہم دفعات ہونی چاہیے۔ مثال کے طور پر وجود باری تعالیٰ، اس کی وحدانیت، زندگی بعد موت، قضا و قدر کے مسائل وغیرہ۔ جہاں تک ان مسائل کا تعلق ہے جو خاص طور پر تاریخ کے کسی دور میں اس فہرست میں شامل ہو گئے مثلاً خلق قرآن اور صفات باری تعالیٰ اور ذات باری سے ان کے تعلق کا مسئلہ کہ یہ عین ذات ہے یا غیر ذات یا نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات لا عین ولا غیر وغیرہ بے شمار مسائل۔ تو اب یہ چیزیں فکر اسلامی کی تاریخ کی ایک جز بن چکی ہیں۔ اور انہیں اسی حیثیت سے پڑھا اور پڑھایا جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا سارا وقت اسی داستان پارینہ کی ورق گردانی میں لگ جائے اور عصر حاضر نے ہمارے سامنے جو فکری مسائل کھڑے کر دیئے ہیں اور جنہیں حل کرنا ہماری اولین ذمہ داری ہونی چاہیے اس کے لیے ہمارے پاس وقت نہ رہے۔

۵۔ ہمارے دور میں تمدن کا قافلہ جو آگے بڑھ رہا ہے اور اس کے نتیجے میں جو تحقیقات اور اکتشافات سامنے آئے ہیں۔ خاص طور پر خالص سائنس کے موضوعات میں مثلاً فلکیات، طب اور طبیعیات وغیرہ۔ ہمیں اسلامی عقائد کے اثبات اور ان کے تئیں اپنے موقف کو مضبوط کرنے کے سلسلے میں ان تحقیقات و اکتشافات سے بھی لازماً استفادہ کرنا چاہیے۔ ہمارے زمانے میں اس سلسلے کی ایک سے زیادہ کامیاب کوششیں سامنے آئی ہیں۔ جس میں مسلمان مفکرین اور ارباب قلم کے علاوہ غیر مسلم دانشور بھی شامل ہیں۔

۷۔ اس سلسلے میں ایک اور خاص بات جو پیش نظر رکھنے کی ہے وہ یہ کہ صفات باری تعالیٰ کے سلسلے میں ہمیں اسی طریقے کو اپنانا چاہیے جو سلف صالح میں بڑی اکثریت کا مسلک رہا ہے۔ یعنی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان اسی طرح کریں۔ جس طرح کہ اس نے خود اپنے کو ان صفات سے متصف فرمایا ہے۔ یعنی اہمال کے طریقہ پر جس میں کسی کیفیت اور تمثیل کا شاہد نہ ہو۔ نیز یہ بیان ایسا ہم آہنگ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت اپنے مقام سے ہٹنے نہ پائے۔ اس کے تعطل اور بے اثر ہونے کا تو خیر سوال ہی کیا ہوتا ہے۔ اشاعرہ اور ان کے علاوہ دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے چوٹی کے متکلمین اسلام کا یہی انداز رہا ہے۔ اشاعرہ کے سرخیل ابوالحسن اشعری نے اپنے رسالہ ”الابانۃ“ اور امام غزالی نے اپنے شاہ کار تصنیف ”الجام العوام عن علم الکلام“ میں اسی طریقے کی پیروی کی ہے۔ اسی طرح امام رازی بھی ”آقسام اللذات“ میں اسی مسلک کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ”میں نے فلسفہ اور علم الکلام کے منہج و انداز پر بہت غور کیا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس سے نہ کسی بیمار کو شفاملتی ہے اور نہ کسی پیاسے کی تشنگی رفع ہوتی ہے۔ مجھے تو سب سے عمدہ طریقہ قرآن کا نظر آتا ہے۔ ذات باری کے اثبات کے سلسلے میں اس آیت کو پڑھو ”الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی“،¹¹ اور نفی ذات کے سلسلے میں اس آیت کو سامنے رکھو: ”اَلَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ“،¹²

دیکھو کتنے دو ٹوک انداز میں ذات باری کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ جو شخص بھی میرے ساتھ اس تجربہ میں شریک ہو گا۔ یہ حقیقت واشگاف انداز میں اس کے سامنے عیاں ہو جائے گی۔

۷۔ آخری بات یہ کہ مسیحی مبلغین، مستشرقین اور اشتراکی مفکرین نیز ان کے علاوہ جتنے بھی دشمنان اسلام اور ان کے شاگرد اور خوشہ چیں ہیں۔ ان کی طرف سے اسلام کے سلسلے میں جو بھی شکوک و شبہات پیدا کئے جائے اور پھیلانے جاتے ہیں۔ ہمیں ان سے پوری طرح باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔ پھر اسی معیار اور اسی انداز سے دور حاضر کے اسلوب اور اس کے مذاق کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ان کا علمی اور فکری سطح پر جواب فراہم کیا جانا چاہیے¹³۔

دین اسلام میں عقائد کی اہمیت:

دین اسلام میں عقائد و اعمال اور اخلاق و معاشرت خیالات اور ضروریات پر مبنی نہیں، بلکہ یہ دین کی اپنی مستقل بنیادوں پر قائم ہیں۔ اعمال و اخلاق میں تو کہیں کہیں وسعت کی راہیں بھی کھلی ہیں لیکن عقائد میں صحیح بات صرف ایک ہی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ دونوں طرف کے متوازی عقائد درست تسلیم کر لیے جائیں۔ عقائد ایسی گرہیں ہیں۔ جو ایک جگہ لگتی ہیں اور ایک ہی جگہ کھلتی ہیں۔ عقائد کے اختلاف کو اصولی اختلاف کہا جاتا ہے اور اعمال کے اختلاف کو فروعی اختلاف کہا جاتا ہے۔ یہ بات اسلامی عقائد

میں قطعی ہے کہ اللہ کے ہاں دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دوسرے سب ادیان بھی اپنی اپنی جگہ صحیح ہو اور وہ بھی اپنی نظریات پر چل کر آخرت میں نجات پالیں۔ نجات رسول اللہ پر ایمان لائے بغیر کسی کی نہ ہو پائے گی۔
 ”وَدِينُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ..“¹⁴ ”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْإِسْلَامُ..“¹⁵
 ”دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔“

ابن تیمیہؒ نے اپنے دور میں اسے اس طرح پیش کیا:

”فمن لم يقربنا وظاهرنا ان الله لا يقبل دينا سوى الاسلام فليس بمسلم..“¹⁶

”جس نے دل اور زبان سے اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی دین ماسوائے اسلام لائق قبول نہیں، وہ (باوجود اقرار توحید و رسالت) مسلمان نہیں مانا جائے گا۔“

اس سے واضح ہوا کہ نظریہ وحدت ادیان کے قائلین باوجود اپنے دعویٰ اسلام کے خود مسلمان نہیں رہتے، آخری نجات کے لیے رسالت محمدیؐ کا اقرار ہر حال میں ضروری ہے۔ اب مسلمانوں میں پھیلنے والے اختلاف پر بھی نظر ڈالیں:

مسلمانوں میں عقائد کے اختلاف زمانہ تابعین میں پھولے اور معتزلہ، جہمیہ، قدریہ و جبریہ اور روافض و خوارج کی تحریکیں بڑے زور سے چلیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں گیا۔ صحابہ کرام کی روش اختیار کرنے والے تابعین کہلائے، ان کی روش کو چھوڑنے والے اہل بدعت کہلائے۔ صحابہ کرام کی پیروی کرنے والے اہل سنت کہلائے۔ اس زمانے میں بس دو ہی نام تھے:

۱۔ اہل سنت ۲۔ اہل بدعت

اہل سنت والجماعت کا منہج:

علامہ عبد القاہر بغدادیؒ لکھتے ہیں:

”قد اتفق جمهور اهل السنة والجماعة على اصول من اركان الدين كل ركن منها يجب على كل عاقل بالغ معرفة حقيقة ولكل ركن منها شعب وفي شعبها مسائل اتفق اهل السنة فيها على قول واحد وضلوا من خالفهم فيها واول اركان التي راوها من اصول الدين اثبات الحقائق والعلوم على الخصوص والعموم والركن الثاني هو العلم بحدوث في اقسامه من اعراضه واجسامه والركن الثالث في معرفة الصانع العالم وصفات ذاته والركن الرابع في معرفة صفاته الازلية والركن الخامس في معرفة اسماءه ووصافه والركن السادس في معرفة عدله وحكمته والركن السابع في معرفة رساله وانبيائه والركن الثامن في معرفت معجزات الانبياء وكرامات الاولياء والركن التاسع في معرفة ما جمعت الامة عليه من اركان شريعة الاسلام والركن العاشر في معرفة الاحكام الامرو النهي والتكليف والركن الحادي عشر في معرفة الخلافة والامامة وشروط الزعامة والركن الثاني عشر كذا في احكام الايمان والاسلام في الجملة والركن الثالث

عشر فی معرفۃ احکام الاولیاء ومراتب الائمۃ الاتقیاء والرکن الرابع عشر فی معرفۃ احکام الاعداء من الکفرۃ واهل الایواء۔

فہذہ اصول اتفق اہل السنۃ علی قواعدها و ضللو امن خالفہم فیہا و فی کل رکن منها مسائل اصول و مسائل فروع و ہم یجمعون علی اصولہا و ربما اختلفوا فی بعض فروعہا اختلافا لا یوجب تضلیلا و لا نفسیقا۔¹⁷

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جمہور اہل سنت و جماعت ارکان دین کے چند اصول پر متفق ہیں۔ جن میں ہر ایک رکن ہر بالغ و عاقل مسلمانوں کو ماننا اور تسلیم کرنا لازمی ہے۔ یہ ارکان کچھ ذیل مباحث پر بھی مشتمل ہیں جن میں سے ایک ہی بات پر اہل سنت و جماعت متفق ہیں۔ ان اصول میں ایک سے انکار بھی گمراہی ہے۔

۱۔ اصول دین میں عموم اور خصوص

۲۔ اس کے اعراض اور اجسام حادثہ کا علم

۳۔ عالم کے پیدا کرنے والے کی معرفت اور اس کے صفات ذاتی کا علم

۴۔ اس کے صفات ازلیہ کی معرفت

۵۔ اس کے اسماء و صفات کی معرفت

۶۔ اس کے عدل و حکمت کی معرفت

۷۔ اس کے رُسل اور انبیاء کی معرفت

۸۔ انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے کرامات کی معرفت

۹۔ شرعی امور میں اجماع اُمت سے واقفیت

۱۰۔ اوامر و نواہی اور تکلیفات سے واقفیت

۱۱۔ خلافت اور امامت، اور اس کے شرائط سے واقفیت

۱۲۔ ایمان و اسلام کے تمام احکام سے واقفیت

۱۳۔ اولیاء، ائمہ اور متقین کے احکام اور مراتب سے واقفیت

۱۴۔ کافر اور اہل ہوئی کے احکام کی معرفت۔

ان تمام اصولوں پر اہل سنت و جماعت متفق ہیں۔ اس سے منکر کو گمراہ قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر مسئلہ چند اصول اور فروع پر مبنی ہے، اصول پر تمام اہل سنت و جماعت متفق ہیں۔ فروع میں جگہ جگہ جو اختلاف واقع ہوا ہے، اس پر فسق اور گمراہی کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔“

اہل سنت وجماعت کے نزد منہج شرعی میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور اُس کے نبی کی سنت پر اور اجماع سلف صالحین پر رضی اللہ عنہم۔ قیاس کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، جمہور اسے اُس وقت دلیل مانتے ہیں جب اس کا صدور مراجع اصلیہ سے ہو اور یہ علمی شروط صحیحہ پر پورا اترے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا»¹⁸

”مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مال بھی اچھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكِّمُوهُ إِلَى اللَّهِ»¹⁹

”اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«وَمَا أَنْتُمْ بِالرَّسُولِ فَخُذُوا مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا»²⁰

”سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

«وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا»²¹

”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے۔ اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔“

اعتماد تو صرف اور صرف تین مصادر معصومہ پر ہی ہے جو کہ کتاب اللہ، سنت اور اجماع ہے۔ یہ تینوں دین اسلام کے اساس ہیں، اس کا ارتکاز درج ذیل اصولوں پر ہے:

اصل اول: اصول شرعیہ کی تعظیم اور اُس کی طرف انقیاد کرنا۔

اصل دوم: صحیح حدیث پر اعتماد۔

اصل سوم: نصوص کو صحیح طرح سمجھنا۔

اصل اول، اصول شرعیہ کی تعظیم اور اُس کی طرف انقیاد کرنا:

دین اسلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے پسند کیا ہے اس میں اصل استسلام، خضوع اور انقیاد ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَآيِبُونَ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِبُوهَا“²²

”اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ،“

استسلام کی حقیقت احکام الہی کی تعظیم کرنا اور اُن سے منہ نہیں پھیرنا، اُس حد تک خود کو روکے رکھنا جس طرح اللہ اور رسول نے کہا ہے، فرمایا: ”ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرْمَةَ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ“²³

”یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔“

”ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“²⁴

”یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے۔ تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔“

سو جس کے کرنے کا امر شارع نے دیا، یا اس سے روکا تو لازمی ہے کہ اُس کی تعظیم کی جائے اور اُس کا امتثال کیا جائے، یہی کامیابی اور فوز کا راستہ ہے۔

ارشاد فرمایا:

”إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ“²⁵

”مؤمنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول سے آگے بڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“²⁶

”مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا حکم آجائے تو کسی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس میں پس و پیش کریں، بلکہ اُسے تسلیم کریں:

”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ“²⁷

”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔“

اس شخص سے اللہ تعالیٰ نے کُلّی طور پر ایمان کی نفی کی ہے جو رسول اللہ کی حکم سے اعراض کریں اور اس سے راضی نہ ہو، یا اپنے نفس میں اس سے کوئی تنگی محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“²⁸

”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق رسول اللہ کے فرمان سے اعراض کا واحد سبب صرف اور صرف خواہش کی پیروی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“²⁹

”پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی ہے جو اُس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں:

”فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“³⁰

”تو جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔“

”وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا“³¹

”اور جو شخص سیدھا معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے رستے اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔“

اُن لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے ذم بیان کی ہے جو اس کی تعظیم بجا نہیں لاتے، اُس کے اوامر کی پاسداری اور امتثال نہیں کرتے فرمایا: ”مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا“³²

”تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے“

سلف صالحین کا نصوص میں تعظیم کا منہج:

سلف صالحین رسول اللہ کے فرمان کی نہایت تعظیم کیا کرتے تھے اور اُس پر سختی سے قائم رہتے تھے اس کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

”انا ابان قتاده حدث قال كنا عند عمران بن حصين في رهط منا وفينا بشير بن كعب فحدثنا عمران يومئذ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابو قتاده او قال الحياء كله خير فقال بشير بن كعب اننا لوجد في بعض الكتب او الحكمة ان منه سكينه ووقار لله تعالى قال ومنه ضعف قال فغضب عمران حتى احمرتا عيناه وقال الا ارى احدثك عن رسول الله و تعارض فيه؟ قال فاعاد عمران الحديث قال فاعاد بشير فغضب عمران قال فما زالنا نقول فيه انه من ابا بن جعيد انه لا باس به“³³

”حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اپنی جماعت کے ساتھ عمران بن حصین کے پاس بیٹھے تھے اور بشیر بن کعب بھی موجود تھے۔ عمران نے اُس روز ایک حدیث بیان کی۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ نے فرمایا: حياء بالکل خیر ہی خیر ہے۔ بشیر بولے ہم نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ حياء سے سنجیدگی اور وقار الہی پیدا ہوتا ہے اور کبھی کمزوری بھی۔ یہ سن کر عمران کی آنکھیں غصہ کے مارے سرخ ہوئیں اور کہنے لگے۔ میں تمہارے سامنے رسول اللہ کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم اس کے خلاف بیان کرتے ہو۔ یہ کہہ کر عمران نے دوبارہ حدیث بیان کی، بشیر نے دوبارہ وہی بات کہی۔ عمران غضبناک ہو گئے۔ عمران کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ہم برابر کہتے رہے اے ابو نجید (یہ اُن کی کنیت تھی) یہ ہم میں سے ہی ہیں، کوئی حرج نہیں۔، یعنی یہ منافق نہیں۔“

”عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما قال سمعت رسول الله يقول لا تمنعوا نساءكم المساجد اذا استاذنكم اليها قال فقال بلال ابن عبد الله والله لئلمنعهن قال فاقبل عليه عبد الله فسهب سببا سيئا ما سمعته سبه مثله قطو قال اخبرك عن رسول الله او تقول والله لئلمنعهن“³⁴

”عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تم اپنی عورتوں کو مساجد سے نہ روکو جب وہ تم سے اس کی اجازت طلب کریں۔ بلال بن عبد اللہ (بن عمر بن خطاب) نے عرض کیا: اللہ کی قسم! ہم ان کو ضرور منع کریں گے۔ جس پر حضرت عبد اللہ نے ان پر اس قدر سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ اتنا کسی پر ناراض نہ ہوئے تھے اور فرمایا میں تجھ کو رسول اللہ کے فرمان کی خبر دیتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم ان کو ضرور منع کریں گے۔“

اصل دوم: صحیح حدیث / سنت پر اعتقاد:

اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں رسول اللہ کی اطاعت گزاری کرنے کا حکم دیا ہے:

”وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔“³⁵

”سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو،“

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔“³⁶

”جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا، تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔“

یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”الانی اوتیت الكتاب ومثلہ معہ۔“³⁷

”خبردار مجھے قرآن اور اس جیسی ایک اور شے بھی عطا کی گئی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَخْيٌ يُؤْتِيهِ“³⁸

”اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں، یہ (قرآن) تو حکم اللہ ہے جو (جو ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔“

رسول اللہ کی سنت قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی خوب وضاحت کرتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔“³⁹

”اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دو اور تاکہ وہ غور کریں۔“

”فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا *رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔“⁴⁰

”تو اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے۔ (اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح المطالب آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے وہ نیک عمل کرتے رہے ہیں ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔“

صحیح بخاری میں ہے کہ:

”عن عبد اللہ قال: لعن اللہ الواشمات والموتشمات والمتمصبات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق اللہ فبلغ ذلك امرأة من بنی اسد يقال لها أم يعقوب فجاءت فقالت انه بلغني انك لعنت كيت وكيت فقال: وما لي لا العن من لعن رسول اللہا ومن هو في كتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول قال لعن كيت قرأته لقد وجدته أما قرأت (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا)⁴¹ قالت بلى قال فانه قد نهي عنه قالت فاني ارى اهلك يفعلونه قال فاذهبي فانظري فذهبت فنظرت فلم تر من حاجتها شيئا فقال لو كانت كذلك ما جامعتهما،⁴²

”عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔ چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو ام یعقوب کے نام سے مشہور تھی۔ وہ آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے؟ عبد اللہ بن مسعود نے کہا آخر کیوں نہ میں انہیں لعنت کروں جنہیں رسول اللہ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے۔ اس عورت نے کہا کہ قرآن مجید تو میں نے بغور پڑھا ہے، لیکن آپ جو کہتے ہیں یہ بات اُس میں کہیں میں نے نہیں پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا اگر تم بغور پڑھتی تو تمہیں ضرور یہ معلوم ہوتا ”وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“ اس نے کہا کہ پڑھی ہے، عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ پھر آپ ان چیزوں سے روکا ہے۔ اس پر عورت نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بیوی بھی ایسا کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا جا کر دیکھو۔ وہ عورت گئی اور اس نے دیکھا، لیکن اس طرح کی ان کے یہاں کوئی معیوب چیز اسے نہ ملی۔ پھر عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ اگر میری بیوی اسی طرح کرتی تو میں اُس کی بیوی نہیں رکھتا۔“

سنت پر ثابت قدمی:

جس طرح آگے گزرا کہ سلف صالحین کس طرح حدیث اور سنت کے بارے میں سرگرم رہتے، اس کی مثالیں ہزاروں ہیں۔ ”فہا هو ذا رجل يعطس الى جنب عبد اللہ بن عمر، فيقول: الحمد لله والسلام على رسول له. فقال له عبد اللہ بن عمر: وانا اقول الحمد لله والسلام على رسول الله. وليس هكذا علمنا رسول الله، علمنا ان نقول: الحمد لله على كل حال.“⁴³

”ایک دفعہ ایک آدمی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری تو اس نے کہا الحمد للہ رسول اللہ پر سلام ہو۔ تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُسے کہا کہ ہمیں تو رسول اللہ نے ایسا کہنا نہیں سکھایا بلکہ ہمیں اس طرح سکھایا کہ الحمد لله على كل حال۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے لیے بڑائی ہے۔“

صحابہ کرام سنت پر سختی سے عمل پیرا تھے، چنانچہ روایت ہے کہ:

”انہ سال عبد اللہ بن عباس عن البرکعتین بعد العصر؟ فنہاہ عنہما، قال: فقلت له ما ادعہما فقال ابن عباس: 44 (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمُؤِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا، 45

”عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اُسے منع فرمایا تو اُس نے کہا کہ آپ مجھے کس وجہ سے منع کر رہے ہیں تو ابن عباس نے کہا:

”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

”ان سعید بن المسیب رأی رجلاً یصلی بعد طلوع الفجر اکثر من رکعتین، یكثر فیہما الركوع والسجود فنہاہ، فقال: یا ابا محمد یعد بنی اللہ علی الصلاة فقال: لا ولكن یعد بک علی خلاف السنۃ، 46

”سعید ابن المسیب نے ایک دفعہ ایک شخص کو طلوع فجر کے بعد دو رکعتوں سے زیادہ رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں وہ رکوع و سجد بکثرت پڑھ رہا تھا تو اس کو اس سے منع فرمایا، تو اُس نے کہا کہ اے ابو محمد کیا اللہ مجھے نماز کی وجہ سے عذاب دے گا؟ آپ نے کہا نہیں بلکہ خلاف سنت کرنے پر سزا دے گا۔“

اصل سوم: نصوص کو صحیح طرح سمجھنا:

نصوص کا صحیح فہم و ادراک رکھنا نہایت لازمی اور ضروری ہے۔ کیوں کہ اس سے استدلال اور استنباط میں درستگی اور سدھار آئے گا۔ اگر فہم خطا ہے تو استدلال اور استنباط بدرجہ اولیٰ نادرست ہوگی۔ قرآن و حدیث کا صحیح فہم از حد ضروری ہے ورنہ اس سے بہت سی گمراہیاں اور بدعات رونما ہوتی ہیں۔ فہم کی صحت اور حسن قصد اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے۔ بلکہ یہ تو ایسی نعمت ہے جو اسلام ماننے کے بعد ہی اسلام کی وجہ سے عطا کی جاتی ہے۔ چند ایسے امور ہیں جو اصل کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں:

الف: منہج صحابہ پر اعتماد رکھنا:

صحابہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں جنت کی خوشخبریاں سنائی اور وہ شرف عطا فرمایا جو اس اُمت میں کسی اور کو حاصل نہیں۔

ارشاد فرمایا: وَالشَّيْقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، 47

”جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے) ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔“

فہم قرآن و حدیث کو صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی سے اخذ کیا جاسکتا ہے کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ ہی سے یہ سیکھا، صحابہ ہی اولین مخاطب اور اولین شاگرد رسول تھے۔ کسی بھی مقام پر ان کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ علماء نے اسے الحاد، افتراء اور تحریف قرار دیا ہے۔

ب: لغت عربی کی معرفت:

قرآن و حدیث کی معرفت اور صحیح فہم و ادراک کے لیے عربیت سے واقف ہونا نہایت لازمی اور ضروری ہے۔

ج: ایک باب میں وارد تمام نصوص کو جمع کرنا:

صاف ظاہر ہے کہ ایک ہی باب میں ایک ہی آیت یا ایک ہی نص کو کافی سمجھنا نادانی ہے کیوں کہ قرآن و حدیث ایک مقام پر اجمال تو دوسرے مقام پر تفصیل کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ایک دوسرے کی تفسیر بھی کرتے ہیں۔ کبھی ایک حکم ٹکڑوں میں بیان ہوا ہوتا ہے۔ کبھی ایک مسئلہ کئی جگہوں پر مختلف شکلوں میں بیان ہوتا ہے۔ تو ان سب نصوص کو یکجا جمع کر کے مسئلہ ثابت کیا جائے۔

د: اسلامی شریعت کے مقاصد سے واقفیت:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شریعت اسلامی کا ہر پہلو کسی نہ کسی مقصد اور حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ بلکہ سب کے سب حکمت اور دانائی کی باتیں اور رموز و اسرار ہیں۔

شریعت اسلامی کی بناء اور اساس حکمت اور بندوں کی ذنیوی و اخروی مصالح پر مبنی ہے۔ ہر ایک مسئلہ عدل پر مبنی ہے نہ کہ ظلم و جور پر۔ رحمت پر استوار۔ فساد سے مصلحت کی طرف لے جاتا ہے⁴⁸۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾⁴⁹

”لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مؤمنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آجپنی ہے۔“

خلاصہ کلام

دور نبوی ﷺ اور دور خلافت راشدہ میں جب کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو براہ راست رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرتے جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اکابر صحابہ سے پوچھ گچھ ہوتی وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ کو سلجھاتے، رفتہ رفتہ نئے نئے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسلام آفاق میں پھیلنے لگا، اس میں فلسفہ زدہ لوگ بھی تھے جو ہر بات کے پیچھے فلسفہ کے وجود ضروری سمجھتے تھے جس کے بغیر وہ کسی بات کو حق تسلیم نہیں کرتے تھے، اس دور میں ایسے مسلمان مفکرین اور مجددین کی ضرورت تھی جو ان فلسفیوں کی تشفی کر سکے اور عقائد کے باب میں دین اسلام کی حقانیت واضح اور ثابت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ فضل بھی کیا کہ اہل سنت و جماعت میں ایسے مختلف نوع کے زیرک انسان پیدا کیے جنہوں نے فلاسفہ کو اسلام کا فلسفہ اور کلام سے باخبر کیا۔ انہوں نے ان کے فلسفوں کو قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے رد کیا۔ انہوں نے خلفاء راشدین ہی کے طرز پر قرآن و سنت سے منطقی استدلال کیے، قرآن مجید اور احادیث کے ایسے گوشوں سے کلامی استدلال کیے جن سے فلاسفہ کے فلسفوں کا تسلی بخش جواب دیا۔ جو اصول و قوانین انہوں نے وضع کیے۔ وہ دین اسلام ہی کی دفاع کے لیے بروئے کار لائے گئے۔ اصول اربعہ ان کے نزدیک اصل الاصول رہیں۔ انہوں نے معتزلہ اور دیگر باطل فرق کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو منہ کی کھانہ پڑی۔ حق غالب ہی رہا اور باطل کو ٹٹا پڑا۔

امام بزدوی نے اہل سنت و جماعت کے جو اصول اپنی کتاب میں درج کیے تھے، امام ماتریدیؒ بھی اُس کی پیروی کرتے ہیں مگر فرق معمولی ہے، وہ یہ کہ جہاں کہیں عقیدہ کے باب میں اصول ثلاثہ سے کچھ ثابت نہ ہو تو وہاں عقل کو ان اصول ثلاثہ کی روشنی میں چلاتے ہیں۔ جو کہ بہترین طرز ہے۔ جسے اکابر نے بارہا سراہا ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ ہر دور میں اُٹھنے والے فتنوں کی سرکوبی کے لیے مرد میدان پیدا کرتے ہیں، اسی طرح اعتزال کی فتنہ کی سرکوبی کے لیے امام ماتریدیؒ کو خداداد صلاحیتوں سے نواز کر معتزلہ کے خلاف صف میں کھڑا کیا۔ ہر چند کہ امام ابو الحسن اشعری بھی اپنے کچھ اصولوں کے مطابق اس فتنہ سے لڑ رہے تھے، دونوں کے اصول اگرچہ الگ الگ تھے لیکن مقصد ایک اور نیک تھا۔ دونوں صراط مستقیم سے بالکل ہٹے نہیں، دونوں نے

اپنے محاذ کو جم کر سنبھالا۔ معتزلہ ہو یا باطنیہ، مرجہ ہو یا روانفص، قرامطہ ہو یا جہمیہ غرض یہ کہ اسلام دشمن ہر فتنہ کے ساتھ لسانی و قلمی جہاد کیا۔

حوالہ جات

- 1- اسماعیل بن حماد جوہری (۳۹۳ھ)، الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، ۲۱۳۹/۵، تحقیق احمد بن عبد الغفور عطار، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۵۶ء
- 2- ابن سیدہ: علی بن اسماعیل (۲۵۸ھ)، المحکم وال محیط الا عظم، ۸:۲۱۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۰ء
- 3- الازہری، محمد بن احمد بن الہروی، ابو منصور (المتوفی: 370ھ)، تہذیب اللغة، ۲۱۰/۱۲، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع اول ۲۰۰۱م
- 4- محمد مرتضیٰ الزبیدی (۱۲۰۵ھ)، تاج العروس من جواهر القاموس، ۲۲۲/۹، منشورات، دار مکتبۃ الحیاء، بیروت لبنان، سن
- 5- ابن الاثیر، مجد الدین مبارک بن محمد الجزری (۶۰۶ھ)، النہایۃ فی غریب الحدیث والاشتر، ۲:۳۶۸، مکتبۃ ابن عباس احمد الباز، مکتبۃ المکرمة سعودی عربیہ، ۱۹۹۷ء۔
- 6- سلیمان بن اشعث (۲۷۵ھ)، سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ [۳۴] باب فی لزوم السنۃ [۶] حدیث: ۴۶۰۷، اعداد و تعلیق: عزت عبید دعاس، دار الحدیث، بیروت لبنان، ۱۹۶۹ء۔
- 7- شیخ الاسلام ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی (المتوفی: ۷۲۸ھ) منہاج السنۃ النبویہ فی نقص الکلام الشیعہ والتقدیریہ، ۲۵۶/۱، المکتبۃ السلفیہ، لاہور، س۔ن۔
- 8- محمد بن احمد بن محمد بن رشد، اندلسی، ابوالولید، فلسفی تھے۔ قرطبہ کے باشندہ تھے۔ ۵۲۰ھ ۱۱۲۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام بھی ابن رشد تھا اس لیے آپ کو ابن رشد الحفید (نواسا) کہا جاتا ہے۔ ارسطو کے کتب عربی میں ترجمہ کیے۔ ابن سینا اور ارسطو کے فلسفوں کی تلخیصات لکھیں۔ پچاس کتابیں لکھیں ہیں، چند کے نام یہ ہیں: فلسفہ ابن رشد، منہاج الادلہ، المسائل، تہافت التہافت، بدایۃ الحجہ۔ آپ پر زندقہ اور الحاد الزام لگایا گیا تو آپ کو شہر بدر کیا گیا۔ ۵۹۵ھ ۱۱۹۸ء کو وفات پائی۔ [تاریخ الاسلام، ذہبی، ۱۹۶/۳۲، ... الاعلام ۳۱۸/۵]
- 9- عباس محمود بن ابراہیم بن مصطفیٰ عقاد، ادب میں امام، مصر کے رہنے والے ہیں۔ اصل میں دمیاط کے تھے۔ آپ کے آباء میں کوئی ریشم کے بنانے کا کام کرتا تھا۔ اس لیے العقاد سے مشہور ہوئے۔ ۱۳۰۶ھ ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ کثیر التصانیف شخصیت ہیں۔ جن میں: کتاب عن اللہ، عبقریہ محمد، عبقریہ خالد، عبقریہ عمر، عبقریہ الصدیق مشہور ہیں۔ قاہرہ میں ۱۳۸۳ھ ۱۹۶۴ء کو وفات پائی۔ سوڈان میں دفنائے گئے۔ [الاعلام ۳/۲۶۷]

¹⁰ - عبداللہ ندیم بن حسین الجسر، مفکر، عالم، شام اور طرابلس میں مفتی تھے۔ آپ نے مشہور کتاب: قصہ الایمان بین الفلاسفہ والعلم والقرآن، لکھی ہے۔ ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء کو طرابلس میں وفات ہوئے۔ [محمد خیر بن رمضان، تکملہ معجم المؤلفین، ۱/۴۰۰ء، دار ابن حزم، بیروت، ۱۹۹۷ء]۔

¹¹ - سورۃ طہ: ۲۰۔

¹² - سورۃ الشوریٰ: ۱۱: ۳۲۔

¹³ - ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اردو ترجمہ: سلطان احمد اصلاحی، فکری تربیت کے اہم تقاضے، ص: ۲۰۷، اسلامک پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔

¹⁴ - احمد بن محمد طحاوی، شرح و تحقیق: ناصر الدین البانی، تخریج العقیدۃ الطحاوی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

¹⁵ - سورۃ آل عمران: ۱۹: ۳۔

¹⁶ - ابن تیمیہ، تقی الدین أبو العباس أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی (المتوفی: ۷۲۸ھ)، مجموع الفتاویٰ، ۲/۴۶۳، دار الوفاء، سکندریہ مصر، ۲۰۰۵ء۔

¹⁷ - عبد القاهر بغدادی، الفرق بین الفرق و بیان فرقتہ الناجیہ، ۱/۳۱۲، دار الآفاق جدید، بیروت، ۱۹۸۸ء۔

¹⁸ - سورۃ النساء: ۵۹: ۴۔

¹⁹ - سورۃ الشوریٰ: ۱۰: ۳۲۔

²⁰ - سورۃ الحشر: ۵۹: ۵۹۔

²¹ - سورۃ النساء: ۱۱۵: ۴۔

²² - سورۃ الزمر: ۵۳: ۳۹۔

²³ - سورۃ الحج: ۳۰: ۲۲۔

²⁴ - سورۃ الحج: ۳۲: ۲۲۔

²⁵ - سورۃ انور: ۵۲، ۵۱: ۲۲۔

²⁶ - سورۃ الحجرات: ۱۰: ۴۹۔

²⁷ - سورۃ الاحزاب: ۳۳: ۳۶۔

²⁸ - سورۃ النساء: ۴: ۶۵۔

- 29- سورة القصص ۲۸:۵۰۔
- 30- سورة النور ۶۳:۲۴۔
- 31- سورة النساء ۱۱۵:۴۔
- 32- سورة النوح ۱۳:۸۱۔
- 33- أبو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری، الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم، 1/ ۴۷، حدیث نمبر ۱۶۶، دار الجلیل بیروت + دار الآفاق الجدیدة-بیروت لبنان۔
- 34- أبو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المسجد، حدیث نمبر: 989۔
- 35- سورة الحشر ۷:۵۹۔
- 36- سورة النساء ۸۰:۴۔
- 37- سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، کتاب السنہ، باب فی لزوم السنہ، حدیث نمبر: 4604، دار السلام، سن طبع ندارد۔
- 38- سورة النجم ۳:۵۳۔
- 39- سورة النحل ۴۴:۱۶۔
- 40- سورة الطلاق ۱۱، ۱۰:۶۵۔
- 41- سورة الحشر ۷:۵۹۔
- 42- محمد بن اسماعیل بن ادریس الشافعی، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: وما ألتکم الرسول فخذوه، حدیث نمبر: 4886، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۸ء۔
- 43- محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی (۲۷۹ھ)، سنن ترمذی، کتاب الادب، باب ما یقول العاطس اذا عطس، حدیث نمبر: 2738، دار ابن الہیثم، ۲۰۰۴ء۔
- 44- ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام (۲۱۱ھ)، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، مصنف عبدالرزاق، کتاب الصلاة، ۴:۴۳۳، حدیث نمبر: 3975، المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۰۲ھ۔
- 45- سورة الاحزاب ۳۶:۳۳۔

- ⁴⁶ - ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام (۲۱۱ھ)، تحقیق: حبیب الرحمن اعظمی، مصنف عبد الرزاق، ۳/ ۵۲، حدیث نمبر: 4755،
المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۰۲ھ۔
- ⁴⁷ - سورۃ التوبہ، ۹:۱۰۰۔
- ⁴⁸ - احمد بن عبد الرحمن الصویان، خلاصہ از: منہج التلقی والاستدلال بین اہل السنۃ والمبتدعہ، ص: ۲۹-۳۹، دار السليم، ۱۹۹۹ء
- ⁴⁹ - سورۃ یونس، ۱۰:۵۷۔